OPEN ACCESS
Al-Tansheet
﴾Journal of Islamic Studies﴿
ISSN (print): 2959-4367
ISSN (online): 2959-1473
www.altansheet.com

Al-Tansheet
Vol.:2, Issue: 1, July -Dec 2023 PP: 132-143

شاہ اسماعیل شہیدؒ کی فکر تصوف اور فلسفہ وحدت الوجود و شہود کی وضاحت

The thoughts of Shah Ismail Shahid regarding Sufism and the clarification of philosophy of (Wahdat al Wujood) and (Wahdat al Shuhood)

Published: 30-12-2023
Accepted: 20-12-2023
Received: 15-11-2023

Syed Zulfiqar shah
Ph.D Scholar, Department of Islamic and Religious Studies, Hazara University, Mansehra
Email: syedzulfi@509.com

Muhammad Asif
Ph.D Scholar, Department of Islamic and Religious Studies, Hazara University, Mansehra
Email: greenhills201@gmail.com

Muhammad Sabir
Ph.D Scholar, Department of Islamic and Religious Studies, Hazara University, Mansehra
Email: msabir@hu.edu.pk

Abstract

Sufism and the concept of "Wahdat al-Wujood" (Unity of Existence) are interconnected with the notions of totality and parts. Their relationship is tied to the spiritual journey and inner experiences of an individual. "Wahdat al-Wujood" is a term denoting a Sufi's inner quality. The Imam, Mujaddid Alif Thani, holds the perspective that the knowledge of divine recognition cannot be solely attained through Sufi contemplation, inner vision, or revelation. Therefore, for true knowledge of the essence of God, reliance on revelation and the guidance of scholars is necessary. Imam Al-Mujahideen Shah Isma'il, in reference to this, states that the difference is merely verbal; in reality, both concepts are the same. During the time of Ibn Arabi, the focus was on "Wahdat al-Wujood," and Ibn Arabi emphasized it amidst various interpretations. Similarly, during the era of Mujaddid Alif Thani, the importance of the theory of "Wahdat ash-Shuhud" (Unity of Witnessing) was crucial, and he emphasized it accordingly. In essence, both theories are two sides of the same coin, with only verbal differences. The arguments supporting these perspectives are presented by him which are being discussed in this article.

***Keywords**: Sufism, Shah Isma'il, Wahdat al-Wujood.*

شاہ اسماعیل شہیدؒ اور اسلامی الٰہیات:

کردار کی عظمت اور دعوت وجہاد کے عملی شہ سوار کی حیثیت سے شاہ محمد اسماعیل شہید کا نام نامی کسی تعجب وحیرت کا باعث نہیں کہ انہوں نے اپنی زندگی کے قیمتی اور اہم ترین حصے کو دعوتی اور پھر آخر میں جہادی خدمات میں اس درجہ صرف فرمایا کہ بالآخر اسی راہ میں جامِ شہادت نوش کرکے بارہ گاہ قدوس میں حاضر ہوگئے؛ مگر آپ کے فکر کی عظمت وبلند پروازی اور 'اسلامی الہیات' بالفاظ دگر 'اسلامی فلسفہ' میں ترک تازیاں اور اس نازک ومشکل ترین میدان میں آپ کے فکر وقلم کی جولانیاں حد درجہ حیرت ناک و باعثِ تعجب ہیں۔ فلسفہ وتصوف اور حکمتِ الٰہیہ کے مسائل ومباحث میں شاہ اسماعیل شہید کی تحریروں کا مطالعہ کرنے والا شخص قطعاً اس بات کا اندازہ نہیں لگا سکتا کہ یہ اُس شخص کے ذہن وفکر کے آثار ونتائج ہیں، جسے عمر بھر عملی اور مصروف کن کاوشوں سے فرصت ہی نہ ملی، خاص کر جب ان مسائل ومباحث کو رئیس الجماعت شیخ اکبر ابن عربی، امام ربانی مجدد الف ثانی اور حکیم اسلام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی فلسفیانہ ومتصوفانہ مباحث کو نظروں سے گزارنے کے بعد ملاحظہ کیا جائے تو عقل دنگ رہ جاتی ہے کہ کہاں یہ تینوں بزرگ ہستیاں جن کی عمر کا اکثر حصہ اسی نوع کے مشاغل میں گزرا اور کہاں یہ جہاد وشہادت کا راہی جسے اس نوع کے مشاغل کے برعکس خالص بھاگ دوڑ اور انتشار وتشتت والے مشاغل سے واسطہ رہا۔

غرض یہ کہ شاہ اسماعیل شہید جس طرح ایک بلند پایہ صاحب کردار مجاہد تھے اس سے کہیں زیادہ ایک بلند فکر صاحبِ علم تھے۔ آپ کے فکر ونظر کی گہرائی ودقت اور دقیق علوم ومباحث سے فطری مناسبت اور کمال مہارت کا اسی وقت صحیح اندازہ لگایا جا سکتا ہے جب آپ کی تصنیف "العبقات" کا مطالعہ کیا جائے۔ یہ کتاب مستقل اسلامی الٰہیات (فلسفہ) ہی کے موضوع سے متعلق ہے۔ بعض اہل علم نے تو اس کتاب کو آپ کا ایک اہم کارنامہ اور تجدید الہیات کا پیش خیمہ تک قرار دیا ہے اور واقعی یہ کتاب اس بات کی حق دار ہے کہ علم وتحقیق اور فلسفہ وحکمت کے شہ سوار اسے اپنی کاوشوں کی جولان گاہ بنائیں اس محنت وکاوش سے جہاں فلسفہ وحکمت کے میدان میں مزید راہیں کھلیں گی، وہاں خاص کر اہلِ علم کے طبقات میں آپ کی زندگی کے ایک اہم مگر بھولے بِسرے پہلو سے متعارف ہونے کا موقع ملے گا۔

آپ کی یہ کتاب عربی میں ہے جسے معروف ومستند عالمِ دین سلطان القلم حضرت مولانا سید مناظر احسن گیلانی نے اردو کا قالب دیا ہے۔ یہ ترجمہ مولانا کی زندگی میں تو شائع نہ ہو سکا؛ البتہ بعد میں آپ کے ایک عقیدت مند صاحبِ علم جناب ضیاء الدین احمد شکیب نے اپنے پیش لفظ کے ساتھ شائع کرایا، اب یہی اردو ترجمہ ادارہ اسلامیات لاہور کی جانب سے شائع ہو رہا ہے؛ جب کہ اصل عربی کتاب نایاب ہے اگرچہ کافی عرصہ قبل کراچی کی مجلس علمیہ کی جانب سے شائع ہوئی تھی؛ مگر اب اس اشاعت کے نسخے بھی نایاب ہیں۔ کاش کہ اردو ترجمے کے ساتھ یہ اصل عربی بھی منظر عام پر آجائے اور کوئی صاحبِ خیر یا دینی اشاعتی ادارہ اس طرف توجہ کرے تو شائقینِ علم وفلسفہ پر بہت بڑا احسان ہوگا۔

الٰہیات اُن مباحث کو کہا جاتا ہے جس میں ذاتِ باری تعالیٰ، اُس کی صفات اور کائنات، مبدا کائنات، مخلوق کے خالق سے ربط وتعلق اور ان سے متعلقہ مسائل سے گفتگو کی جائے۔ یہ میدان بہت ہی نازک ہے، اسی لیے پوری تاریخ اسلام میں علماء اسلام میں سے چند شخصیات ہی اس موضوع کو زیر بحث لانے سے مشہور ہوئی ہیں۔ شیخ اکبر امام ابن عربی، امام ابن تیمیہ، امام غزالی، مجدد الف ثانی اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور قریبی دور میں مولانا محمد قاسم نانوتوی اس سلسلے کے نمایاں نام ہیں؛ لیکن

ناانصافی ہوگی اگر شاہ اسماعیل شہید کو اس فہرست میں شامل نہ کیا جائے، اس کا بین ثبوت آپ کی کتاب "العبقات" ہے۔ جو خود مصنف کی تصریح کے مطابق امام ابن عربی اور مجدد الف ثانی کے علوم وافکار سے خوشہ چینی کرتے ہوئے، شاہ ولی اللہ صاحب کی "لمعات" اور "سطعات" کی شرح وتوضیح کے لیے لکھی گئی ہے۔ "عبقات" کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ شاہ اسمٰعیل شہید اسلامی الٰہیات کے موضوع پر ان تین شخصیات سے خاص طور پر متاثر ہیں اور ان کے علوم وافکار کے دل دادہ اور خود ان تینوں بزرگوں کے نہایت معتقد ہیں (یاد رہے یہی وہ وصفِ جامع ہے، جسے آج بھی شاہ ولی اللہ کے طرز پر "علماء دیوبند" مضبوطی سے تھامے ہوئے ہیں، یہ حضرت امام ابن عربی اور ان کے فلسفہ وحدت الوجود میں حد درجہ غلو رکھتے ہیں نہ انکار، اسی طرح امام ربانی مجدد الف ثانی کے فلسفہ وحدت الشہود میں غلو رکھتے ہیں نہ انکار؛ بلکہ ان دونوں نظریات میں تطبیق اور دونوں بزرگوں کی عقیدت واحترام کے جذبات سے سرشار ہیں)۔

شاہ اسماعیل شہید نے ان تینوں بزرگوں کو جن بلند پایہ القاب سے یاد کیا ہے ان سے ان بزرگوں سے عقیدت صاف جھلک رہی ہے۔ شاہ ولی اللہ صاحب جو رشتے میں آپ کے دادا لگتے ہیں، ان کے متعلق لکھتے ہیں "واقعہ یہ ہے کہ توفیق کے ہادی نے میری بھی ایقان اور تحقیق کے حاصل کرنے میں راہ نمائی فرمائی اسی سلسلہ میں لمعات اور سطعات اور ان ہی جیسی مختصر کتابوں کے مطالعہ کا موقعہ مجھے میسر آیا یہ کتابیں افضل المحققین، فخر المدققین، اعتصامُ الحکماء، امامُ العرفاء، شیخ ولی اللہ کی تصنیفات ہیں، خدا ان کے فیوض وبرکات سے مستفید ہونے کی ہمیں سعادت نصیب کرے"۔ [1]

نیز اسی کتاب کے خطبے میں امام ابن عربی اور شیخ مجدد الف ثانی کا تذکرہ کرتے ہوئے یوں رقم طراز ہیں:

> "نیز ان مختلف فوائد سے بھی مستفید ہونے کا مجھے موقع ملا جنہیں ایک سمندر بے کراں، حبر، علام، رئیس الجماعہ نے ظاہر فرمایا ہے جو شیخِ اکبر کے نام سے دنیا میں مشہور ہیں اور طبقۂ صوفیہ کے جو قائد و شیخ وپیشوا ہیں، اِسی کے ساتھ حق تعالیٰ نے جو باتیں امام ربانی، غوث صمدانی، امام اوحد شیخ احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیان کروائی ہیں، اُن سے بھی میں نے آگاہی حاصل کی یعنی وہی امام ربانی جنہیں خدا نے ارشاد کے منصب پر سرفراز فرمایا اور امتوں کو سیدھی راہ ان کے ذریعہ سے دکھلائی، معرفت ویقین والوں کے قلوب جن سے منور ہوئے اور دین کی تجدید کا کام خدا نے جن سے لیا" [2]

ہمارے یہاں شاہ اسماعیل شہید کے حوالے سے دو طبقات افراط وتفریط کا شکار ہیں، ایک طبقہ انھیں صوفیائے کرام کا دشمن ومخالف ظاہر کرتا ہے اور خود کو ان کا ہم نوا کہلاتا ہے؛ بلکہ یوں کہیے کہ اپنی صوفیاء دشمنی میں شاہ شہید کو اپنا ہم نوا ظاہر کرنے کی سعی کرتا ہے۔ دوسرا طبقہ جو صوفیاء سے محبت وعقیدت کا دعویدار ہے وہ بھی شاہ شہید کو صوفیاء کا دشمن اور ان کا مخالف ظاہر کرنے کی کوشش کرتا ہے؛ تاکہ ان کی مصلحانہ ومجاہدانہ سرگرمیوں پر یکلخت پانی پھر جائے؛ مگر خود شاہ شہید کی زیر نظر کتاب 'العبقات' سے ان دونوں نظریات کی تردید ہوتی ہے۔ اس سلسلے میں شاہ شہید کی یہ عبارت مطالعہ کریں جو آپ نے انھیں بزرگوں کے حوالے میں نقل کی ہے:

> "اللہ کے پاس وہی لوگ میرے وسائل ہیں اور خدا کے نزدیک وہی میرے شفیع وسفارشی ہیں، ان ہی اماموں کی میں اقتداء کرتا ہوں اور ان ہی کی روشنی میں راہ پاتا ہوں، حق ویقین کی راہوں میں وہی میرے راہ نما ہیں، دنیا ودین میں وہی میرے سردار وپیشوا ہیں، ان کے سِرِ فانی کو خدا تقدیس عطا فرمائے اور ان کے سِرِ باقی سے مجھے

تقدس عطا کرے۔"[3]

جیسا کہ پہلے ذکر کیا: یہ کتاب شاہ ولی اللہ صاحب کی تصانیف "لمعات" اور "سطعات" کی شرح و توضیح کے سلسلے میں لکھی گئی ہے۔ یہ بات خود مصنف کتاب نے اپنی کتاب کی وجہ تسمیہ اور تعارف کے ذیل میں یوں تحریر کی ہے۔ لکھا ہے:

"میں نے اس کتاب کا نام "العبقات" رکھا ہے۔ اشارہ اس کی طرف ہے کہ "لمعات" اور "سطعات" مذکورہ بالا کتابوں کی خوشبو اس کی راہ سے پھیلائی گئی ہے، میں اسی کا مدعی نہیں ہوں کہ ان موتیوں (یعنی سطعات ولمعات) کے سلسلہ میں اس کتاب کو بھی شمار کرنا چاہیے اور جس چیز کا مجھے حق نہیں ہے اس کا دعویٰ کیسے کر سکتا ہوں؛ بلکہ سمجھنا چاہیے کہ نقلی علوم سے عربی ادب کے فنون کا جو تعلق ہے یا عقلی فنون سے منطق کے قوانین کی جو نسبت ہے، یہی تعلق یہی نسبت ان کتابوں سے میرے اس رسالہ کو ہے، میں نے اس کتاب کو متون کے ڈھنگ پر لکھا ہے اور خیال یہ ہے کہ اس کی شرح بھی بعد کو انشاء اللہ کروں گا، ایسی شرح جس سے آنکھیں ٹھنڈی ہوں ،اس کتاب کو میں نے ایک مقدمہ چار اشاروں اور ایک خاتمہ پر مرتب کیا ہے۔"[4]

کتاب میں کل 121 عبقے ہیں 4 مقدمے میں، 43 اشارہ اول میں، 28 اشارہ دوم میں 12، 12 اشارہ سوم و چہارم میں جب کہ 5 خاتمے میں۔ کتاب کا اجمالی تعارف پیش لفظ میں یوں تحریر کیا گیا ہے:

"اس کتاب کے اہم مباحث میں سب سے پہلے یہ بحث شامل ہے کہ انسان کے نفسی اور حواسی علوم کتنے ہیں اور ان کی کیا کیا نوعتیں ہیں اس کے بعد اس کتاب کو چار اشاروں یا چار حصص پر پیش کیا گیا ہے۔ اس کے اشارۂ اول میں وجود سے بحث کی گئی ہے، اس ضمن میں جو مباحث آئے ہیں، وہ ہمارے جدید فلسفہ و طبعیات کے لیے غیر معمولی دلچسپی کے حامل ہیں اس اشارے میں یونانی اور سوفسطائی نظریات کا بھی جائزہ لیا گیا ہے؛ نیز اعیانِ ثابتہ ، حقائقِ امکانیہ ، اسمائے کونیہ، مظاہیر وجود، مبداءِ وجود، ماہیاتِ قبل الوجود، تعین ماہیت ، مبدا اور وجود کا تعلق ، وجودِ واجب، عالم کا وجود طبعی، وجود منبسط ، نورِ وجہ اللہ، توحید، عالمِ لاہوت ، ابداع، خلق، تدبیر و تدلّی سے بحث کی گئی ہے۔ اشارۂ دوم کا موضوع تجلی ہے۔ اس اشارے میں تجلی کے عام احکامات کے علاوہ تجلی کے اقسام شخص اکبر متجلی کے شرائط، محل تجلی پر بحث کی گئی ہے۔ اشارۂ سوم کا موضوع ایجاب و اختیار ہے، اس موضوع کے تحت ارادۂ ممکنات ، افعالِ خداوندی ، افعالِ طبیعی اور اسباب سے بحث کی گئی ہے ، اشارۂ چہارم میں مراتبِ نفس کی وضاحت کی گئی ہے ، اس اشارہ میں روح کی حقیقت ، نسمہ، مراتبِ کمال، معنی مومن، معنی عالم، راسخ فی العلم، صاحبِ شغل، صاحبِ مراقبہ، صاحب دوام الحضور، صاحبِ تجرید، صاحب کشف، حقیقتِ ولایت، اعلیٰ مقاماتِ بشر، حقیقت عالمِ وصال سے بحث کی گئی ہے۔"

العبقات کے تذکرے میں علامہ اقبال کے اسلامی الہیات کی تشکیل جدید کے موضوع پر دیئے گئے خطبات کا ذکر بھی ناگریز ہے۔ ہمارے ہاں جدید مغربی تعلیم یافتہ طبقے میں الہیات سے دلچسپی رکھنے والے حضرات کا عمومی منتہائے نظر اقبال کے خطبات ہیں؛ لیکن اگر وہ حضرات بھی اس موضوع کے حوالے سے اپنے علم و فکر میں اضافے اور وسعت کے خواہاں ہوں تو ان کے لیے بھی اس کتاب میں اپنی تشنگی دور کرنے کا بے بہا سامان موجود ہے؛ بلکہ اقبال کے خطبات کے مقابلے میں ایک اضافی خوبی بھی اس کتاب کا حصہ ہے۔ جسے جناب ضیاء الدین احمد شکیب نے ان الفاظ میں ذکر کیا ہے:

"سچ تو یہ ہے کہ (علامہ) اقبال نے جو کچھ پیش کیا ہے وہ زیادہ تر ان احکامات کی جانب اشارات پر مبنی ہے؛ لیکن شاہ اسماعیل سے لے کر ابن عربی تک مذکورہ بالا عارفین نے جو کچھ پیش کیا ہے وہ ایک ٹھوس اور ان کی اپنی آزمودہ حقیقت ہے"[5]

شاہ محمد اسماعیل شہید کی اس کتاب کی خوبیاں دیکھنے اور مطالعہ کرنے سے تعلق رکھتی ہے، شرط یہ ہے کہ اس کتاب سے استفادے کی استعداد موجود ہو اور خود راقم السطور کو بھی اپنے قصورِ فہم و استعداد کا اعتراف ہے؛ اس لیے نہ تو یہ ہمت کہ اس کتاب کا تجزیہ پیش کروں، نہ یہ ممکن کہ اس گلشن علمی سے منتخب اور چیدہ چیدہ چند پھول قارئین کی خدمت میں پیش کروں؛ کیونکہ یہ مباحث اس قدر دقیق اور طویل الذیل ہیں، جنہیں بغیر سیاق و سباق اور تشریح و وضاحت کے مختصر اقتباسات کی شکل میں پیش کرنا قارئین پر مزید بوجھ ڈالنے کے مترادف ہے۔ ہاں اگر قسمت نے ساتھ دیا تو انشاء اللہ آئندہ کی مجلس میں خاص اسی پہلو کو سامنے رکھ کر چند مسائل کے حوالے سے آپ کی کتاب کے اقتباسات پیش کر کے اس کا نمونہ دکھلا دیا جائے گا۔ فی الحال تو اس حوالے سے شاہ شہید کی العبقات کا ہی مختصر تعارف اور اہل علم حضرات کو اس جانب متوجہ کرنا تھا۔ امید ہے اس مقصد کے لیے یہ چند سطور کافی ہوں گی۔

جب کسی شخص کے بارے میں ہم یہ کہتے ہیں کہ وہ صحابیؓ ہے یا یہ کہ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اُٹھائی ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم اس کی چند خصوصیات و فضائل پر زور دینا چاہتے ہیں، مثلاً: اس کی قوتِ ایمانی، شدتِ یقین، کمالِ اخلاص، علم کی گہرائی، حسنِ عمل، جہاد فی سبیل اللہ، اس کا آخرت کو ترجیح دینا، دنیا سے زہد، گویا اس کو صحابیؓ کا لقب دے کر ہم نے اس کے ان تمام کمال و جمال اور تمام فضائل و محاسن کا اثبات کر دیا۔ اس طرح یہ ایک لفظ یا لقب اس شخص کے فضل و کمال کو ظاہر کرنے کے لیے نہایت بلیغ و جامع لفظ ہے۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ (جو ایسے جلیل القدر صحابیؓ ہیں جن کے بارے میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا کہ: وہ اصحاب رسول اللہ میں علم و فقہ سے بھرا ہوا تھیلا ہیں) فرماتے تھے کہ:

"یہ سب اصحابِ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں جو اس اُمت میں سب سے افضل ہیں، سب سے نیک دل ہیں اور علم میں سب سے گہرے ہیں اور سب سے کم تکلف اور بناوٹ کرتے ہیں۔" آخر میں آپؓ نے فرمایا کہ: "تو اے لوگو! ان کے فضل و کمال کا اعتراف کرو۔"

اس کے علاوہ حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ کا قول یاد کیجئے! جب ان سے پوچھا گیا کہ: کون افضل ہیں؟ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ یا حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ؟ تو آپؒ نے فرمایا:

"خدا کی قسم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہتے ہوئے جو گرد و غبار حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے گھوڑے کی ناک میں داخل ہوا، وہ بھی حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ سے ہزار درجہ افضل ہے۔"[6]

اور یہ حضرت ابن مبارکؒ (کوئی معمولی آدمی نہیں) یہ فقیہ، محدث، مجاہد، صوفی، عارف باللہ اور علم و فتویٰ میں ثقہ تھے۔ وہ دینی امور میں غیر سنجیدہ یا غیر ذمہ دارانہ باتیں کرنے یا بغیر علم و یقین کے فتویٰ دینے سے احتراز کرتے تھے۔ دراصل ان کے مذکور بالا قول کی وضاحت کے لیے ایک طویل مضمون کی ضرورت ہے، جس کا یہ موقع محل نہیں ہے۔

درحقیقت اس تمہید سے آپ پر یہ واضح ہو جائے گا کہ ہم جس شخص کے بارے میں یہ کہیں کہ: " وہ اپنے ایمان،

اخلاص، حسنِ عمل، جہاد فی سبیل اللہ، ایثارِ آخرت اور مصائب پر صبر کرنے اور اتباعِ سنت جیسے کمالات میں صحابہؓ کے مشابہ ہے۔" تو یہ جملہ اس کے مآثر ومفاخر کے اظہار اور اثبات کے لیے کافی ووافی ہے۔تو ہم یہ کہتے ہیں کہ: شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ اسی گروہ اور اسی جماعت میں سے تھے جو تمام وکمال صحابہؓ کے مشابہ تھے۔ یہ لوگ نفوسِ قدسیہ اور نیک ارواح کے حامل تھے اور پاک صاف دل کے مالک تھے۔ وہ گویا فرشتے تھے جو انسانوں کی شکل میں ظاہر ہوئے یا (یوں کہئے کہ) وہ خیر البشر وسرّ الوجود وسرورِ کائنات حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کے فیض سے فرشتے بن گئے تھے، حتیٰ کہ ملائکہ نے ان پر رشک اور تعجب کیا اور ان کے لیے ثناء ودعا کی اور اس طرح اس قولِ الٰہی کا راز ظاہر ہوا، جو خداوند تعالیٰ نے آفرینشِ آدم (علیہ السلام) کے وقت ملائکہ سے مخاطب ہو کر فرمایا تھا کہ: 'إني أعلم ما لاتعلمون" -----"میں وہ باتیں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔"

سرزمینِ ہند میں پیدا ہونے والے لوگوں میں سے یہ صرف شاہ اسماعیل شہیدؒ تھے جو اِن اَخیار واصفیاء سے سب سے زیادہ مشابہت رکھتے تھے۔ سرزمینِ ہند کو حق ہے کہ وہ تمام دنیا کے سامنے اس بات پر فخر کرے کہ اس دورِ قحط الرجال میں ایسا باکمال انسان اس کے ہاں وجود میں آیا۔

شاہ صاحبؒ کو بڑی روشن طبیعت اور نفسِ زکیہ عطا ہوا تھا۔ آپ کا دل اتباعِ سنتِ نبویہ کے جذبہ سے سرشار تھا، اور بدعات سے متنفر تھا۔ اس کے علاوہ آپ کو اپنے خاندان کے بعض اہل علم بزرگوں کی صحبت میسر ہوئی تھی۔ یہ وہ گھرانا تھا جس کو اللہ تعالیٰ نے اس زمانہ کی دینی اصلاح کے لیے چنا تھا۔ قرآن وسنت کے علوم کا احیائ، دینی شعائر کی حفاظت، علومِ نبویہ کی اشاعت اور سنتِ نبوی کی ترویج اس خاندان کا مشغلہ تھا۔ علم وعمل، ذوق ووجدان اور معرفت وایقان ہر طرح سے انہوں نے دینی علوم کی خدمت کی۔ انہی بزرگوں کی صحبت اور اپنی خصوصیات کی وجہ سے مشیئتِ الٰہی نے اپنی توفیقِ ربانی سے اُن کو نمایاں کیا اور اس قابل کیا کہ وہ سُننِ نبویہ کے احیاء کے لیے اور بدعاتِ سیئہ کے خاتمہ کے لیے مسلسل جدوجہد کریں اور اس نیک مقصد کے حصول کے لیے اپنی تمام صلاحیتوں سے کام لیں: اپنی زبان سے جو شمشیرِ برّاں کی طرح کام کرتی تھی اور اپنے قوی دل سے جو ایک مضبوط چٹان کی طرح اٹل تھا اور اپنی قوتِ تخیّل کے ذریعہ جو ایک کوندتی ہوئی بجلی کی طرح تیز تھی اور اپنے عزمِ راسخ سے جو آہن کی طرح پختہ تھا اور اپنے عملِ پیہم سے جو سیلِ رواں کی طرح جاری تھا۔

جب آپ کسی موضوع پر قلم اُٹھاتے ہیں تو آپ کی علمیت کے جوہر کھلتے ہیں، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ غیب کے پردوں سے اجتہاد کے چشمے اُبل پڑے ہیں جو آپ کے باغِ علم کی آبیاری کر رہے ہیں۔ اس سلسلہ میں آپ کی چند تصانیف کی مثال دینا کافی ہے۔

آپ کی کتاب "تقویۃ الایمان" پر نظر ڈالیے جو توحید کی شرح اور شرک کے رد میں ہے اور "منصبِ امامت" دیکھئے جو حکومتِ الٰہیہ علیٰ منہاج النبوۃ کے موضوع پر ہے، اُس میں اِس حکومت کے اصول ومبادی کی کیسی اچھی وضاحت کی ہے اور اس کے مناصب کو کس عمدہ طریق پر بیان کیا ہے اور یہ واضح کیا ہے کہ اسلامی شرعی حکومت جمہوریت اور ارسٹوکریسی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خوبیوں کی جامع ہے اور یہ کہ دولتِ اسلامیہ جدید مغربی طرز کی خالص جمہوریت بھی نہیں ہے اور نہ خالصتاً ڈکٹیٹری (آمریت) ہے جس میں حاکم کا استبداد پایا جاتا ہے، جیسا کہ آج کل مروج ہے، بلکہ وہ ایک شرعی شورائی حکومت ہے جس کا دامن آمریت کی خامیوں اور خرابیوں سے پاک ہے اور اسی طرح آج کل کی جمہوریتوں کے نقائص اور گندگیوں وآلودگیوں سے بھی مُبرّا

ہے۔ یہ کتاب واقعی اپنے موضوع پر ایک منفرد کتاب ہے، جس میں آپ کے اجتہادی افکار پوری آب وتاب سے ظاہر ہوتے ہیں۔ اپنے طرزِ بیان میں بھی منفرد ہے اور عمدہ ترتیب وعمدہ اسلوب میں بھی ممتاز ہے۔ یہ کتاب ایسی بصیرت افروز ہے کہ پڑھنے والے کے دل میں خلافت اور حکومتِ اسلامیہ کے لیے مضبوط اُمیدیں بندھ جاتی ہیں اور اس کے فوائد روشن ہو جاتے ہیں۔

اس بات کا گمان بھی نہیں تھا کہ آپ کو (اپنی مصروف زندگی میں) علوم صوفیہ میں سے علوم الحقائق پر قلم اُٹھانے کی فرصت ملے گی، لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ آپ کی کتاب ''صراطِ مستقیم'' میں اس فن کے دقیق مسائل مذکور ہیں، جو آپ نے اپنے شیخ اور مرشد (شیخ سید احمد بریلوی شہیدؒ) سے مسائل تصوف اور اسرارِ حدیث کے سلسلہ میں حاصل کیے تھے۔ اس میں ایسے ایسے نکات موجود ہیں جن سے دوسری کتابیں عاری ہیں اور پھر اس کے بعد آپ کی کتاب ''عبقات'' آتی ہے، جس میں سے علم الحقائق جیسے گہرے اور غامض علم کی خوشبوئیں پھوٹ رہی ہیں اور معارفِ الٰہیہ کی مہک اُٹھ رہی ہے۔

اسی طرح آپ کی ایک کتاب ''إیضاح الحق الصریح فی أحکام المیت والضریح'' ہے، جس میں اس زمانہ کی بدعتوں کا رد کیا گیا ہے۔ اس موضوع پر یہ کتاب لاثانی اور بے نظیر ہے، بلکہ بعض مقامات پر یہ امام شاطبیؒ کی ''الاعتصام'' سے بھی فائق نظر آتی ہے۔

ایسا نظر آتا ہے کہ شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ نے اس قسم کے نیک کاموں اور اعلیٰ مقاصد کے لیے اپنے آپ کو وقف کر دیا تھا۔ آپ جب منبر پر تقریر کے لیے کھڑے ہوتے تو دورانِ تقریر طوفانِ باد وباراں نظر آتے اور اپنے بلیغ وعظوں کے ذریعہ پتھر جیسے سخت دلوں کو موم کر دیتے اور جب کفار کے ساتھ جہاد کرنے کے لیے میدانِ جنگ میں اُترتے تو دھاڑتے ہوئے شیر نظر آتے اور ایسا معلوم ہوتا جیسے آپ نے ساری زندگی عسکری تربیت حاصل کرنے میں گزاری ہو اور جب حقائقِ الٰہیہ، معارفِ ربانیہ اور دقائقِ حکمت بیان کرنا شروع کرتے تو قلم آپ کا غلام نظر آتا۔

حقیقت یہ ہے کہ اس اخیر زمانہ میں سرزمینِ ہند پر کوئی ایسا باکمال شخص ظاہر نہیں ہوا۔ خداوند تعالیٰ نے آپ کی جامع شخصیت میں یہ تمام مختلف خصوصیات اور گوناگوں صفات جمع کر دی تھیں اور اس طرح آپ نے ہر لحاظ سے صحابہ کرامؓ کی زندگی کا نمونہ پیش کر دیا تھا، خواہ وہ قوتِ ایمانی کی صفت ہو یا اتباعِ سنت میں شدت کا مسئلہ، زہد فی الدنیا ہو یا حُبِّ جہاد فی سبیل اللہ، یا ہر معاملہ میں قربانی وایثار کا جذبہ، حق کی خاطر فنا ہونے کا معاملہ ہو یا فنا فی رضاء الحق کا مسئلہ۔

درحقیقت آپ علم وعمل کے بہترین، صاف شفاف چشموں سے سیراب ہوئے تھے، پس آپ اپنے جدِّامجد حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے مثل تھے اور شاہ عبدالعزیز دہلویؒ کے بھی اور اپنے بھائیوں، چچاؤں اور دیگر بزرگوں کی تربیت کا آپ پر اثر تھا، اس کے علاوہ عارف باللہ ومجاہد کبیر شیخ سید احمد بریلوی شہیدؒ سے بھی آپ نے تربیت پائی تھی جو آپ کے امام اور مرشد تھے۔ آپ کا دل اخلاصِ عظیم کے نور سے منور تھا اور پھر آپ نے بہت مجاہدات اور ریاضتیں کرکے اپنے نفس کو مرتاض کیا تھا، لہٰذا یہ (کمالات پیدا ہونا) کوئی ایسی تعجب کی بات نہیں۔

اس سے بڑھ کر یہ کہ مشیّتِ الٰہی یہ تھی کہ آپ عالم، عارف اور مجاہد فی اللہ ہوں، اتباعِ سنت کے دلدادہ ہوں، حق کے معاملہ میں جری وشجاع ہوں اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہ کریں۔

آپ نے اپنی تمام زندگی وعظ وتذکیر، ردِ بدعات اور دینی اصلاح میں گزار دی اور قوم کا شیرازہ بکھرنے نہیں دیا (بلکہ ان کو صحیح راہ پر متفق ومتحد رکھا) پھر کفار سے جہاد کیا، یہاں تک کہ ہزارہ کے پہاڑوں میں بالاکوٹ کے مقام پر ۱۲۴۶ھ میں جام

شہادت نوش فرمای۔

وجود منبسط :

وجہ اللہ کا وہ نور جس سے ساتواں آسمان و زمین جگمگا رہے ہیں۔ اصطلاحا اسی کا نام وجود منسبط یعنی پھیلا ہوا وجود ہے۔ یہی ذات حق کا وہ حجاب بنے کہ اگر اس پردے کو اٹھا لیا جائے تو خدا کے چہرے کی اور دمک جلا کر ساری چیزوں کو راکھ کر دے گی جہاں تک اس کی نگاہ پہنچتی ہے۔ یہی خدا کی رحمت کا دریا ہے جو ہر چیز کو محیط ہے۔ وہ خالص نور و ظہور ہے۔ اس کا وجود ایسا وجود نہیں ہے جو اپنے ہونے اور تعین میں امکانی حقائق سے کسی حقیقت کا انتظار کرے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ ان امکانی حقائق کا قیوم بنا ہوا ہے۔اور یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ امکانی حقائق کا خارج میں جن سے ظہور ہوتا ہے، ان ہی ظلال سے اس وجود منبسط کو وہ نسبت نہیں ہوتی جو ہیولی کی صورت کے ساتھ ساتھ ہوتی ہے۔ [7]

عقیدہ توحید کے سہ گانہ مراتب:

مراتب علم الیقین، عین الیقین، حق الیقین یہ اعتقادی وجوہ ہیں۔ کثرت کی یہ دنیا کسی قیومی وحدت کے شیرازے کے ساتھ جکڑی ہوتی ہے جن کی سمجھ میں یہ بات آگئی ہے اور انھوں نے پا لیا ہے کہ درحقیقت استقلال یہاں اسی قیومی وحدت کو حاصل ہے۔ اور وہ سارے آثار جن کا ظہور کثرت سے ہو رہا ہے، ان کا مبدء اور سرچشمہ بھی دراصل یہی قیومی وحدت ہے۔

علم الیقین والے سچ پوچھو تو حقیقی توحید والوں سے ایک گونہ مشابہت حاصل کرتے ہیں، جس کی وجہ یہ ہے کہ توحید کا یہ پہلو براہ راست قیوم کی ذات کی یافت کی راہ سے حاصل نہیں ہوتی بلکہ علمی صورت ان کے اس علم کا واسطہ بنتی ہے۔

عین الیقین کا درجہ جنھیں حاصل ہو چکا ہے اگرچہ یہ طبقہ بھی قریب قریب علم الیقین والوں ہی کے جرگے میں شریک ہے، لیکن اسی کے ساتھ اس کا انکار نہیں کیا جا سکتا کہ راہ توحید کے ارباب کمال جو مقام ہے اس کے ابتدائی حدود تک اس کی رسائی ہو جاتی ہے۔

حق الیقین کی کیفیت کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ جس چیز کا علم ان کو ہے وہی قیوم کی ذات کا علم ہے۔ [8]

فلسفہ وحدت الوجود:

یعنی اس عقیدے کے ماننے والے کہتے ہیں کہ خالق ہی مخلوق ہے اور مخلوق ہی خالق ہے۔اس طبقہ میں اس غلط فہمی کی تردید کی گئی ہے۔

ابداعی نسبت (یعنی فاطر، مفطور یا مبدع میں جو باہمی نسبت ہوتی ہے) چونکہ یہ گہری بات اور عمیق راز ہے۔اس لیے متوسط درجہ کے عقلوں کے لئے اس کا صحیح مطلب سمجھنا مشکل ہو جاتا ہے۔ بلکہ بعض لوگ تو اس کے انکار پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔ اور کہنے لگتے ہیں کہ اس نسبت کو خالق و مخلوق کے درمیان ماننے کا مطلب تو یہی ہو گا کہ قیوم اور جس ظل کی قیومیت کا قیوم سے تعلق ہوتا ہے۔ یعنی یہ ماننا پڑے گا کہ خالق و مخلوق دونوں متحدین ہیں۔ اور قاعدہ کلیہ ہے کہ دو ایسی چیزیں جن میں وجوداً اتحاد ہو ان میں ایک دوسرے کی صفت بن جاتی ہے۔ جیسے سیاہی کا وجود کپڑے کے وجود سے جب متحد ہو جاتا ہے تو اس وقت سیاہی کپڑے کی صفت بن جاتی ہے۔

بحر حال خالق و مخلوق کے درمیان اگر ابداعی نسبت مانی جائے تو حاصل اس کا یہی ہو گا کہ گویا دو ایسی چیزیں جو باہم ایک دوسرے کی نقیض و ضد ہیں، ان کے متعلق تسلیم کر لیا جائے کہ ایک دوسرے کے ساتھ اکٹھے ہو کر پائی جا سکتی ہیں یعنی نقیض کے اجماع کو جائز قرار دیا جائے۔

اس دشواری کے حل کی تقریر یہ ہے کہ کسی چیز سے کسی چیز کے موصوف ہونے کے متعلق سمجھ لیا گیا ہے کہ وجوداً دونوں میں اتحاد اس کے لیے کافی ہے۔ یہ قاعدہ پہلے ہی سے غور طلب ہے۔ یعنی متصاف کی جو شکل بھی ہو انضمامی یا انتزاعی ہر ایک میں وجود اتحاد ہی کافی نہیں ہے۔ بلکہ وجود اتحاد کے ساتھ ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ دونوں کے وجود کا ظرف اور موطن بھی ایک ہو۔ آدمی کا ذہن مختلف نسبتوں اور حقیقتوں کا تصور کرتا ہے۔ گدھے کی گھوڑے کی ماہیت و حقیقت کا ذہن انسانی تصور اور اس تصور کے زمانے میں ظاہر ہے کہ وجوداً ذہن میں اور اس سوچی ہوئی ماہیت سے متصف نہیں ہو جاتا یعنی نہیں کہا جا سکتا کہ گدھے کی حقیقت کا سوچنے والے کا ذہن گدھے ہونے کی صفت سے موصوف ہو جاتا ہے، وجہ اس کے سوا اور کیا ہے کہ ان دونوں یعنی ذہن اور جس ماہیت و حقیقت کا تصور ذہن کرتا ہے، ان دونوں میں سے ایک ذہن اپنے اصلی وجود کے ساتھ اس وقت موجود اور جس ماہیت کا تصور ذہن کرتا ہے یہ ظلی وجود سے موجود ہوتی ہے۔[9]

مجدد الف ثانیؒ کی اصطلاح کی تشریح:

ہم جب یہ کہتے ہیں کہ "زید موجود" تو اس فقرے میں موجود کے لفظ کے دو مطلب ہو سکتے ہیں، یعنی زید موجود ہے خواہ کہیں بھی موجود ہے۔ خواہ ذہن میں یا خارج میں ہو، ایک مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے۔ لیکن عام طور پر اس فقرے کو سن کر آدمی کا ذہن اس مطلب کی طرف منتقل نہیں ہوتا جس کی شہادت ہر شخص کا وجدان دے سکتا ہے۔ آخر یہ سوچ کر کہ زید چانکہ ہمارے خیال اور دماغ میں موجود ہے اگر کوئی یہ خبر دے یعنی کہے کہ زید موجود ہے تو سننے والا اس سے یہی مطلب سمجھے گا۔ دوسرا مطلب اسی فقرے کا یہ لیا جائے کہ دنیا کی دوسری چیزیں مثلاً آسمان و زمین، شجر و حجر موجود ہیں، یا خود بولنے والا جس طرح موجود ہے اسی طرح زید بھی موجود ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ بولنے والا وجود کے جس موطن میں بولنے کے وقت موجود ہوتا ہے اسی موطن کے متعلق خبر دیتا ہے کہ زید بھی اسی میں موجود ہوتا ہے یہی اس کی عرفی حقیقت ہے۔ دوسری بات اسی سلسلے کی یہ ہے کہ ایسی حالت میں زید کے لئے جس وجود کو ثابت کیا جاتا ہے وہ ذہنی وجود کے لحاظ سے تو اصلی اور حقیقی ہوتا ہے لیکن لا ثبوت کے لحاظ سے وہ ظلی وجود ہوتا ہے۔

اس کی مثال ایسی ہے جیسے سونے والا خواب میں ایک درخت کو دیکھتا ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ یہ درخت خارج میں موجود ہے۔ اور خارج میں اس درخت کے موجود ہونے کا مطلب ایسے ہے جیسے زمین و آسمان یا باقی چیزیں نظر آ رہی ہیں۔ جس قسم کا وجود یہ چیزیں رکھتی ہیں اسی قسم کا وجود درخت کا بھی ہے۔ اب ظاہر درخت کا یہ وجود جو بحالت خواب دیکھا جا رہا ہے۔ ان چیزوں کے لحاظ سے جو خواب کی حالت ذہنی موجودات کی حیثیت رکھتی ہیں۔ ان کے اعتبار سے تو اس درخت کا وجود اصلی وجود قرار دیا جائے گا۔ لیکن خواب سے باہر جو چیزیں خارج ہیں موجود ہیں ان کے لحاظ سے درخت کا یہ وجود ظلی وجود ہو گا۔[10]

الحاصل امام ربانی کا قول اللہ تعالیٰ موجود ہے مگر قطعاً بغیر کسی وجود کے موجود ہے یعنی وجود نہ خدا کی ذات کا عین ہے

اور نہ ہی وجود اللہ تعالیٰ کی صفت بن سکتا ہے۔ اس کا مطلب وہی ہے کہ نفس امر اور واقع میں گو خدا موجود ہے۔ بلکہ نفس امر اور واقع سچ پوچھو تو خدا ہی کی ذات کا نام ہے۔ لیکن ذات حق نفس کلیہ اور وجود منبسط سے موصوف نہیں ہے بابن معنی وجود نہ خدا کی ذات عین ہو سکتا ہے اور نہ ہی وجود خدا کی ذات کی زائد صفت قرار دیا جا سکتا ہے۔[11]

شاہ ولی اللہ کی ایک اصطلاح کی تشریح:

فلاں چیز خارج میں موجود ہے۔ اس فقرے میں خارج کا لفظ جو استعمال کیا گیا ہے۔ اس کے بھی یہ معانی ہو سکتے ہیں کہ ذہن میں وہ چیز موجود نہیں اور اس کے بعد یہ سوال بھی پوچھا جا سکتا ہے کہ کس موطن اور ظرف میں وہ موجود ہے اس کو بھی مبہم چھوڑا گیا ہے۔ لیکن خارج میں ہونے کی یہ الہامی تعبیر یہ ایسی تعبیر ہے کہ عوام کا ذہن اس معنی کی طرف مشکل ہی سے منتقل ہو سکتا ہے دوسرا مطلب خارج میں موجود ہونے کا یہ لیا جائے کہ جیسے خارج میں دوسری پائے جانے والی اشیاء موجود ہیں اسی طرح وہ بھی موجود ہے۔

افضل المحققین شاہ ولی اللہ کے اپنی کتاب لمعات میں جو یہ نظریہ قائم کیا کہ اول یعنی ذات حق اور عقل اور وجود منبسط ان تینوں کے متعلق یہ کہنا درست نہ ہوگا کہ وہ خارج میں پائے جاتے ہیں۔ البتہ انسانی عقل کو آرام رسانی اور سکون بخشنے کے لئے اس قسم کی باتوں کی اجازت اسی طرح دے جاتی ہے۔ جیسے شریعت میں بہت سارے سائل کے متعلق رخصتیں عطا کی گئی ہیں۔[12]

شیخ اکبر محی الدین ابن عربی کے مسلک کی تشریح:

جو وجود منبسط ہی میں فانی اور گم ہو کر رہ گیا اسی گروہ کو وجود عقبہ کے نام سے لوگ یاد کرتے ہیں اور شیخ ابن عربی اور بقیہ عام صوفیاء میں زیادہ تعداد ان ہی لوگوں کی ہے۔[13]

وجود عینیہ کا مسلک شیخ ابن عربی کا ہے اس کی معلومات بعض عبارتوں سے نہیں ہوتی بلکہ پورے کلام کا مطالعہ کرنے کے بعد اس شبہ کا ازالہ ہوتا ہے کہ لاہوت کے نور سے منور ہونے کے بعد یہی نبستی برنگ ہستی نمایاں ہو رہی ہے یہ مسلک امام ربانی شیخ مجدد الف ثانی کا بھی ہے۔[14]

نظریات وحدت الوجود اور وحدت الشہود کے اختلاف کی واقعی نوعیت، کیا یہ نزاع لفظی یا حقیقی ہے؟

متصوفہ کے پچھلے لوگوں کو یہ عجیب وہم ہوگیا ہے، یعنی حضرات صوفیہ کرام نے خالق و مخلوق کے تعلقات کو بیان کرتے ہوئے مختلف تعبیروں کو اس سلسلہ میں جو اختیار فرمایا تھا، جن کی وجہ سے سمجھا جاتا ہے کہ ان لوگوں میں کوئی وحدت الوجود کا قائل ہے اور کوئی وحدت الشہود کا ما قبل میں اس سلسلے اور صوفیاء کے نقاط نظر کو بیان کیا گیا ہے۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس کی واقعی نوعیت کیا ہے ؟ آیا یہ لفظی اور تعبیری اختلاف ہے یا حقیقت اور واقعہ کا اختلاف ہے۔

اس کے جواب میں متاخرین کا وہ گروہ جس نے زبردستی اپنے آپ کو صوفیوں کی جماعت میں داخل کر لیا۔ اصطلاحا جنہیں متصوفہ کہتے ہیں۔ ان لوگوں نے اس اختلاف کو معنوی اختلاف قرار دیتے ہوئے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ نتیجہ اور مآل کے لحاظ بھی صوفیہ کے ان دونوں فرقوں میں اختلاف ہے اور اسی بنیاد پر ان لوگوں نے دونوں فریق کے درمیان جو

مباحث چھڑے ہوتے ہیں ان کو مختلف مقدمات پر انھوں نے مبنی کیا ہے۔

حالانکہ یہ واقع نہیں ہے بلکہ صورت حال یہ ہے کہ حضرات صوفیہ کی اس باب میں جو مختلف تعبیروں پائی جاتی ہیں۔ ان تعبیروں کو پیش نظر رکھ کر اصل مقصد تک پہنچنے کی ان متاخرین میں صلاحیت نہ تھی۔ بعض حضرات کے بیان میں کچھ کوتا بیان جو رہ گئی تھیں یا قلم کے غیر ارادی طور پر بعض الفاظ جو نکل گئے ہیں ان ہی کو متصوفہ کے بیان اس گروہ نے پکڑ لیا اور ان ہی کی مدد سے ایسے نتائج انھوں نے پیدا کئے جن کو دیکھ کر ایک عام آدمی باور کرنے لگتا ہے کہ وحدت اور وجود اور وحدت الشہود کے اس اختلاف کی بنیاد واقعتہ کسی حقیقت کے اختلاف پر قائم ہے۔ لیکن جیسے شاہ صاحب نے بیان کیا ہے کہ یہ واقعتہ ایسا نہیں ہے بلکہ بات وہی ہے کہ دونوں فریقین میں سے ہر ایک نے اس مقام پر کسی ایک پہلو کے متعلق اجمال سے کام لیا ہے اور اپنے زمانہ کے اقتضاد کے لحاظ سے جس پہلو کی تفصیل ان کے نزدیک اہمیت کی حامل تھی اسی میں مشغول ہوتے ہیں ورنہ سچ یہ ہے کہ شیخ ابن عربی جن کی طرف نظریہ وحدت الوجود منسوب کای جاتا اور باور کرایا جاتا ہے ہے کہ خالق و مخلوق کے درمیان اتحادی رشتے کے وہ قائل تھے اور ان ہی شیخ ابن عربی کی عبارتوں کا زخیرہ پیش کیا جا سکتا ہے جس میں عالم اور لاہوت کی مغائرت کو واضح الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔

اسی طرح امام ربانی کا نظریہ وحدت الشہود ہے۔ اور ان کے کلام میں بکثرت ایسی چیزیں پائی جاتی ہیں جن میں عالم اور لاہوت کے وجود کے اتحاد کی تصریح کی گئی ہے جو کہ امام ربانی کی کتاب المعارف الدنیہ میں کی کئی ایسی عبارات موجود ہیں۔ اسی طرح شیخ ابن عربی کی کتاب فتوحات مکیہ میں ان کے نظریہ کے خلاف بھی بکثرت عبارات ملتی ہیں۔ [15]

نتائج البحث:

تصوف اور واحدۃالوجود و شہود میں کل اور جز کا رشتہ ہے۔ دونوں کا تعلق انسان کے روحانی سفر اور باطنی کیفیات و تجربات سے ہے۔ وحدۃالوجود ایک صوفی کی باطنی کیفیت کا نام ہے۔ امام مجدد الف ثانی کا تصور توحید یہ ہے کہ ہم معرفت خداوندی کو صوفیانہ مشاہدہ باطن یا کشف و شہود سے نہیں حاصل کر سکتے۔ لہٰذا عرفان ذات حقہ کے لیئے ہمیں وحی اور علماء ظاہر کا سہارا لینا ضروری ہے۔ امام المجاہدین شاہ اسماعیل شہیدؒ اس حوالے سے لکھتے ہیں کہ یہ اختلاف محض لفظی ہے۔ حقیقتاً دونوں ایک ہیں۔ جس زمانے میں شیخ ابن عربی تھے اس وقت میں وحدۃالوجود کا پہلو اہم تھا اور لوگوں کے اذہان میں وحدۃالوجود کے بارے میں طرح طرح کے خیالات تھے تو امام ابن عربی نے اسی پر زور دیا۔ اسی طرح مجدد الف ثانی کے زمانے میں نظریہ وحدۃالشہود کی اہمیت وقت کی ضرورت تھی تو انہوں نے اسی پر زور دیا اور حقیقتاً یہ دونوں نظریات ایک ہی سکے کے دو رخ ہیں، محض لفظی اختلاف ہے۔ اپنے اس نظریے کو ثابت کرنے کے لیے دلائل دیئے ہیں جو مقالہ ہذا میں پیش کئے جا رہے ہیں۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

حواشی وحوالہ جات

1 مولانا، شاہ، اسماعیل، شہید، العبقات ، ادارہ اسلامیات لاہور ص:3

Mawlana, Shah, Isma'il, Shaheed, Al- 'Abqaat, Idara Islamiyat Lahore, P: 3

2 ایضًا

Ibid

3 ایضا، ص:4

Ibid, P:4

4 ایضا، ص:5

Ibid, P:5

5 ایضا

Ibid

6 ابن حجر، عسقلانی، تطہیر الجنان، مکتبہ نور پبلیکشنز، لاہور ، ص:40

Ibn Hajar, 'asqalani, Tatheer al-Jannan, Maktaba Noor Publications, Lahore, P: 40

7 مولانا، شاہ، اسماعیل، شہید، العبقات ، ادارہ اسلامیات لاہور ، ص:40

Mawlana, Shah, Isma'il, Shaheed, Al- 'Abqaat, Idara Islamiyat Lahore, P: 40

8 ایضا، ص: 56،57

Ibid, PP:56,57

9 ایضا، ص: 65،66

Ibid, PP:65,66

10ڈاکٹر، وحید عشرت، فلسفہ وحدۃالوجود، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ص: 45

Doctor, Waheed Ashrat, Falsafa Wahdat al-Wujood, Sang-e-Meel Publications, Lahore, P: 45

11 ایضا، ص:81

Ibid, P:81

12 ایضا، ص: 82

Ibid, P:82

13 ثناء الحق، وحدۃالوجود والشہود، پاک اکیڈمی، گولیمار، کراچی، ص: 75

Sanaa al-Haqq, Wahdat al-Wujood wa al-Shuhud, Pak Academy, Gulimar, Karachi, P: 75

14 ایضا، ص87،88

Ibid, PP:87, 88

15 مولانا، شاہ، اسماعیل، شہید، صراط مستقیم، کتب خانہ اشرفیہ راشد کمپنی دیوبند، ص:145

Mawlana, Shah, Isma'il, Shaheed, Sirat e Mustaqeem, Kutub Khana Ashrafiya Rashid Company Deoband, P: 145